Academic Discipline for Quranic Higher Education

تخصص علوم و حکمت قرآن کے لیے مقرر نصاب کے مطابق

غیر متبدل قوانینِ قرآن

قانون تاجیل و امہال

الاستاذ: ابوالفضل نور احمد سندھی

ناشر

جامع مسجد ربانی، ہائی وے کالونی، سیکٹر C-18، اسکیم-33، نزد جمالی پُل، M-9 موٹروے، کراچی

فون: 0313-2707097

www.hikmatequran.org hikmatequran@gmail.com Hikmat-e-Quran Institute

کائنات میں ہر سو قوانین قدرت کا راج ہے۔ کائنات کا سارا نظام انہی قوانین سے ہے۔ یہ تمام قوانین قدرت اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں مخفی تھے۔ ان کے ظہور میں آنے سے اللہ تعالیٰ کی صفات کا نمود اور ظہور ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ''رحمت'' ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام قوانین میں اس صفت کی کار فرمائی نظر آئے گی۔ ان قوانین کے نتائج کا پروسیس اس کی رحمت کے تقاضوں کے تحت ہوتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے قانون قضاء بالحق کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ ہر باطل عمل فوراً نابود ہو جائے اور حق فوراً فتح مند ہو جائے۔

لیکن قرآن حکیم کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ اس کی رحمت کا تقاضا ہوتا ہے کہ باطل سے جڑے لوگوں کو راہ راست پر آنے کا پورا موقعہ ملے اور مہلت ملے۔ اسی طرح حق کے لیے لڑنے والوں کو بھی بتدریج مہلت ملتی ہے جس سے ان کی فتح مند قوت کی نشو و نما ہو اور ان کو ایسا استحکام ملے جس سے وہ حق کے غلبہ کو قائم رکھنے کے اہل ثابت ہو سکیں۔

جس طرح مادیات کی دنیا میں تدریج اور مہلت والا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا قانون موجود ہے، بلکل اسی طرح معنویات میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے تدریج اور امہال کا قانون رکھا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ

(یونس۔۱۱)

”اور جس طرح انسان فائدے کے لیے جلد باز ہوتا ہے، اگر اسی طرح اللہ تعالیٰ انسان کو سزا دینے میں جلد باز ہوتا (تو انسان کی لغزشوں اور خطاؤں کا یہ حال ہے کہ) کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور ان کا مقررہ وقت فوراً نمودار ہو جاتا۔“

قرآن حکیم کہتا ہے کہ جس طرح مادیات میں ہر حالت بتدریج نشوونما پاتی ہے اور ہر نتیجہ کے ظہور کے لیے ایک خاص مقدار، ایک خاص مدت اور ایک خاص وقت مقرر کر دیا گیا ہے، ٹھیک اسی طرح اعمال کے نتائج کے لیے بھی ایک خاص مقدار، ایک خاص مدت اور اوقات کے احکام مقرر ہیں۔ بلکل اسی طرح قوموں کے لیے قضاء بالحق کے نفاذ میں بھی تاجیل و امہال کا قانون کار فرما ہے۔ جس طرح افراد کے لیے مہلت اور اجل کا قانون بتدریج کام کرتا ہے اسی طرح اقوام کے لیے بھی اجل و مہلت کا یہی قانون بتدریج کام کرتا ہے تاکہ اصلاح احوال اور انابت کا دروازہ آخری گھڑی تک کھلا رہے۔

وَ قَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ٝ وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿١٦٨﴾ (الاعراف۔١٦٧)

”اور ہم نے انہیں الگ الگ گروہ کر کے زمین میں متفرق کر دیا، کچھ ان میں نیک تھے کچھ اس کے خلاف، اور ہم نے انہیں اچھی اور بری دونوں طرح کی حالتوں میں ڈال کر آزمایا تاکہ (بدعملیوں سے) باز آجائیں۔“

اقوام کے لیے یہ مہلت کا وقفہ مہینوں اور سالوں میں نہیں ہوتا بلکہ عشروں اور صدیوں تک طویل ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے عام طور پر آدمی حیرت زدہ رہ جاتے ہیں کہ

کئی اقوام ظلم و استبداد کے باوجود بڑے عرصہ تک طاقتور رہتی ہیں اور بظاہر ان کے استبداد کا خاتمہ قریب نظر نہیں آیا۔ لیکن جب ہم اقوام کی تاریخ کے اوراق پلٹتے ہیں تو یہ بات اظہر من الشمس نظر آتی ہے کہ ظلم و استبدد قائم رکھنے والی اقوام بالآخر تباہی کے اپنے منطقی انجام سے ضرور گزرتی ہیں۔ قرآن حکیم کہتا ہے کہ جب ان کا وقتِ مقرر آن پہنچتا ہے تو پھر اس کو کوئی بھی آگے پیچھے نہیں کر سکتا۔

وَ لَوۡ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِظُلۡمِہِمۡ مَّا تَرَکَ عَلَیۡہَا مِنۡ دَآبَّۃٍ وَّلٰکِنۡ یُّؤَخِّرُہُمۡ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُہُمۡ لَا یَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَۃً وَّ لَا یَسۡتَقۡدِمُوۡنَ ﴿۶۱﴾ (النحل۔۶۱)

”اور اگر ایسا ہوتا کہ اللہ لوگوں کو ان کے ظلم پر (فوراً) پکڑتا تو ممکن نہ تھا کہ زمین کی سطح پر ایک حرکت کرنے والی ہستی بھی باقی رہتی، لیکن وہ انہیں ایک خاص ٹھہرائے ہوئے وقت تک ڈھیل دے دیتا ہے۔ پھر جب وہ مقررہ وقت آن پہنچتا ہے تو نہ ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں، نہ ایک گھڑی آگے۔“

مہلت کا یہ قانون اس لیے طویل ہوتا ہے کہ کچھ اقوام اپنی تمدنی ترقی سے انسانیت کے قافلہ کو آگے لے کر جانے میں تسلسل کے ساتھ کردار ادا کرتی ہیں۔ لیکن اُسی اثنا میں انہیں یہ موقع بھی ملتا ہے کہ اگر کوئی قوم اس مدت کے اندر اپنی اصلاح کر لے تو وہ تباہی سے بچ جاتی ہے اور اگر اصلاح نہ ہو سکی تو پھر ان کے لیے مقررہ اجل کو کوئی نہیں روک سکتا۔ اور جب وہ وقت آجائے تو پھر یہ فطرت کا آخری، اٹل اور بے پناہ فیصلہ ہے، نہ تو اس میں ایک لمحہ کے لیے تاخیر ہو سکتی ہے نہ یہ اپنے مقررہ وقت سے

ایک لمحہ پہلے آسکتا ہے:

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ (الاعراف۔۳۴)

"اور (دیکھو!) ہر امت کے لیے ایک مقررہ وقت ہے، سو جب ان کا مقررہ وقت آ چکتا ہے تو اس سے نہ تو ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں نہ ایک گھڑی آگے بڑھ سکتے ہیں۔"

وَ مَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَ لَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۵﴾ (الحجر۔۵-۴)

"اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر یہ کہ (ہمارے ٹھہرائے ہوئے قانون کے مطابق) ایک مقررہ میعاد اس کے لیے موجود تھی۔ کوئی امت نہ تو اپنے مقررہ وقت سے آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے رہ سکتی ہے۔"

اسی طرح "بقاء انفع" اور "قضاء بالحق" کا قانون پچھلی قوم کو چھانٹ دیتا ہے اور اس کی جگہ ایک دوسری قوم لا کھڑی کرتا ہے اور یہ سب کچھ اس لیے ہوتا ہے کہ "رحمت" کا مقتضی یہی ہے:

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَ رَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَاۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ (الانعام۔۱۳۳-۱۳۱)

”یہ تبلیغ وہدایت کا تمام سلسلہ اس لیے ہے کہ تمہارے پروردگار کا یہ شیوہ نہیں کہ بستیوں کو ظلم و ستم سے ہلاک کر ڈالے اور ان کے بسنے والے حقیقت حال سے بے خبر ہوں۔(اس کا قانون تو یہ ہے کہ) جیسا کچھ جس کا عمل ہے اسی کے مطابق اس کا ایک درجہ ہے (اور اسی درجے کے مطابق اچھے برے نتائج ظاہر ہوتے ہیں)، اور (یاد رکھو!) جیسے کچھ لوگوں کے اعمال ہیں، تمہارا پروردگار ان سے بے خبر نہیں ہے۔ تمہارا پروردگار رحمت والا، بے نیاز ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں راہ سے ہٹا دے اور تمہارے بعد جسے چاہے تمہارا جانشین بنا دے، اسی طرح جس طرح ایک دوسری قوم کی نسل سے تمہیں اوروں کا جانشین بنا دیا ہے۔“

مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ (المومنون۔۴۳)

”کوئی قوم نہ اس وقفے کو کم کر سکتی ہے نہ بڑھا سکتی ہے۔“

قرآن حکیم کہتا ہے کہ ہر قوم کے لیے اجل بھی مقرر اور متعین ہوتے ہیں جس کے لیے اسے اس مقررہ وقت کا موقع ملتا ہے۔ اس مدت کا تعین بھی اللہ تعالیٰ کے مقررہ قانون کے مطابق ہوتا ہے۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ (یونس۔۴۹)

”ہر قوم کا ایک مقررہ وقت ہے۔“

لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ (الرعد۔۳۸)

”ہر مدت کے لیے ایک قانون ہوتا ہے۔“

یہی قانون ہوتا ہے جو قوموں کے استخلاف اور استبدال کی وجہ بنتا ہے یعنی وہ قانون جس سے قوموں کو تمکن یا عروج حاصل ہوتا ہے۔ اور جب قومیں انسانوں کے لیے سماجی اور معاشی عدل و بھلائی اور ترقی کا مقصد حاصل نہیں کر پاتیں تو زوال یا بربادی ان کا مقدر بن جاتا ہے۔

مستودع اور مستقر

قرآن حکیم کہتا ہے کہ کائنات میں جو واقعہ بھی رونما ہوتا ہے وہ مختلف مراحل سے گزرتا ہوا اپنی آخری منزل تک پہنچتا ہے۔ اولین مراحل کو قرآن حکیم نے مستودع کا نام دیا ہے اور آخری مراحل اس کا مستقر ہیں۔

يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦﴾ (ھود۔٦)

"اللہ کو ہر شے کے مستودع کا بھی علم ہوتا ہے اور مستقر کا بھی، یہ سب کتاب مبین میں ہوتے ہیں۔"

یہ مستودع کے مراحل اللہ تعالیٰ کے قوانین امر اور اذن سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے مستودع کی منازل انسان کی نگاہوں سے اوجھل رہتی ہیں۔ وہ اس نتیجہ کو اس وقت دیکھ سکتا ہے جب وہ محسوس شکل میں اس کے سامنے آتا ہے۔ وہ تب ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کا امر عالمِ خلق کی منزل میں آتا ہے۔ اس وقت وہ قانونِ اسباب و علل کے تابع آجاتا ہے۔ یہ جب محسوس شکل میں سامنے آتا ہے تو یہ اس کا مستقر ہوتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اسی مستقر سے قوموں کا سابقہ پڑتا ہے۔

فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿١٢﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَ ارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَ مَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿١٣﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿١٤﴾ (الانبیاء ۱۲-۱۴)

"جب ہمارا عذاب انہوں نے محسوس کیا تو (دیکھو!) اچانک بستیوں سے بھاگے جارہے ہیں۔ اب بھاگتے کہاں ہو؟ اپنے اسی عیش عشرت میں لوٹو (جس نے تمہیں اس قدر سرشار کر رکھا تھا) اور انہی مکانوں میں (جن کی مضبوطی کا تمہیں غرور تھا) تاکہ تم سے پوچھا جائے۔ بستیوں کے باشندوں نے پکارا: افسوس ہم پر! بلاشبہ ہم ظلم کرنے والے تھے۔"

افراد کے لیے توبہ وانابت کی مہلت

انسانوں کی انفرادی زندگی میں بھی بدعملیوں سے باز آنے کے لیے مہلت کا یہ قانون اس طرح کام کرتا ہے کہ ان لوگوں کے اعمالِ بد کے حتمی نتائج سے پہلے تک رجوع کرنے اور راہ راست پر آنے کے مواقع فراہم ہوں۔ قرآن حکیم کہتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحیمیت اور رحمانیت کا تقاضا ہوتا ہے کہ جو اس کے بندے مہلت کے مواقع سے فائدہ اٹھا کر افعال بد سے توبہ کرلیں اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور تقویٰ اختیار کرلیں تو وہ اس کے عذاب سے بچ جاتے ہیں اور جو ایسا نہ کر سکیں وہ اپنے بد اعمال کا نتیجہ بھگتتے ہیں۔

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾ (الفرقان۔ ۷۱)

”جو شخص توبہ کرلے اور نیک عمل کرے تو وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے جو رجوع کرنے کا مقام ہے۔“

توبہ وہی ہے جس میں سابقہ حالت سے مکمل اور ہمیشہ کے لیے رجوع ہے۔ اسی طرح قرآن حکیم سیئات کی توبہ اسی کو قرار دیتا ہے جو سیئات کے ازالہ سے ہو اور حسنات سے معمور ہو۔

کفار مہلت کی حکمت سے بے خبر تھے

قدرت کے اس وقت مقررہ اور مہلت کے قانون کے تحت جو انسانوں کے لیے مہلت بخشیاں تھیں ان کا فائدہ اٹھا کر منکرین حق اپنے پیغمبروں سے عذاب کے آنے میں دیر کے طعنے دیتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ جس عذاب سے مسلسل ڈراتے ہیں وہ آکر کیوں نہیں پہنچتا؟ قرآن حکیم نے اس کو استعجال بالعذاب کا نام دیا ہے۔ فرمایا:

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ لَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَ هِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾ (الحج۔۴۷۔۴۸)

”یہ لوگ عذاب کے لیے جلد بازی کر رہے ہیں (یعنی انکار و شرارت کی راہ سے کہتے ہیں: اگر سچ مچ عذاب آنے والا ہے تو وہ کہاں ہے؟) سو یقین کرو اللہ اپنے وعدے میں کبھی خلاف کرنے والا نہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ تمہارے پروردگار کا ایک دن ایسا ہوتا ہے جیسا تمہارے حساب کا ہزار

برس۔ چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں (عرصہ ءدراز تک) ڈھیل دی گئی حالانکہ وہ ظالم تھیں، پھر (جب ظہور نتائج کا وقت آ گیا تو) ہمارا مواخذہ نمودار ہو گیا (ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد بھی لوٹ کر) ہماری طرف ہی آنا ہے۔"

مولانا ابو الکلام آزاد "ام الکتاب" میں فرماتے ہیں کہ "ان آیات میں فکر انسانی کی جس گمراہی کو "استعجال بالعذاب" سے تعبیر کیا گیا ہے وہ صرف انہی منکرین حق کی گمراہی نہیں تھی جو ظہور اسلام کے وقت اس کے مخالفت پر کمربستہ ہو گئے تھے، بلکہ ہر زمانے میں انسان کی ایک عالمگیر کج اندیشی رہی ہے۔ وہ بسا اوقات فطرت کی اس مہلت بخشی سے فائدہ اٹھانے کی جگہ شر و فساد میں اور زیادہ نڈر اور جری ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر فی الحقیقت حق و باطل کے لیے ان کے نتائج و عواقب ہیں تو وہ نتائج کہاں ہیں؟ قرآن حکیم جابجا منکرین حق کا یہ خیال نقل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر کائنات ہستی میں اس حقیقت اعلیٰ کا ظہور نہ ہوتا جسے "رحمت" کہتے ہیں تو یقیناً یہ نتائج یکایک اور یک دفعہ ظاہر ہو جاتے اور انسان اپنی بدعملیوں کے ساتھ کبھی زندگی کا سانس نہیں لے سکتا۔ لیکن یہاں سارے قانون اور حکموں سے بالاتر "رحمت کا قانون" ہے اور اس کا مقتضی یہی ہے کہ حق کی طرح باطل کو بھی زندگی و معیشت کی مہلتیں دے اور توبہ و رجوع اور عفو و درگذر کا دروازہ ہر حال میں کھلا رکھے۔ فطرت کائنات میں اگر یہ "رحمت" نہ ہوتی تو یقیناً وہ جزاء عمل میں جلد باز ہوتی۔ لیکن اس میں رحمت ہے، اس لیے نہ تو اس کی مہلت بخشیوں کی کوئی حد ہے اور نہ اس کے عفو و درگذر کے لیے کوئی کنارہ۔" (ام الکتاب ص۱۰۶)

قرآن حکیم کہتا ہے کہ اگر ہم اس مسئلہ میں تاخیر کرتے ہیں تو صرف اس لیے کہ ایک حساب کی ہوئی مدت کے لیے اسے تاخیر میں ڈال دیں۔

وَ مَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ (ھود۔۱۰۴)

"اور ہم نے اس دن کو پیچھے نہیں ڈالا ہے مگر صرف اس لیے کہ ایک مقررہ وقت پر اس کا ظہور ہو۔"

مہلت بخشیوں سے فائدہ اٹھانے والے

قرآن حکیم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان مہلت بخشیوں سے فائدہ اٹھانے کے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں۔ قرآن حکیم نے اس کے لیے تمتع کی اصطلاح بتائی ہے۔ اصطلاح قرآنی میں یہی وہ "تمتع" ہے یعنی زندگی سے فائدہ اٹھانے کی مہلت جو یکساں طور پر سب کو دی گئی ہے۔

بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ (الانبیاء۔۴۴)

"بلکہ یہ بات ہے کہ ہم نے ان لوگوں کو اور ان کے آباء و اجداد کو مہلت حیات سے بہرہ مند ہونے کے موقعے دیے۔ یہاں تک کہ (خوش حالی کی) ان پر بڑی بڑی عمریں گذر گئیں۔"

قرآن حکیم جابجا مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ (یونس۔۹۸) وَ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ (یٰسٓ۔۴۴) فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (النحل۔۵۵) وغیرہ تعبیرات سے بھی اسی حقیقت پر زور دیتا ہے۔

لیکن جب ان قوموں نے اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی ان مہلت بخشیوں سے فائدہ اٹھانے کے بجائے ناشکری کا راستہ اختیار کیا تو نتیجہ قساوت قلب کی شکل میں ظاہر ہوا۔

وَ لَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ (الحدید۔۱۶)

”اور ان لوگوں کی طرح بن کر نہ رہ جائیں جن کو اس سے پہلے کتاب دی گئی تو ان پر ایک طویل مدت گذر گئی اور ان کے دل سخت ہو گئے۔“

دو قسم کے لوگ تھے جو ان مہلت بخشیوں کے لازمی بتائج سے گذرے ایک گروہ جماعت مومنین و متقین تھا، جنہوں نے خود کو اس دھوکے سے بچالیا کہ نتائج اعمال کے قوانین موجود نہیں۔ اس کے نتیجہ میں کامیابی انہیں کے حصہ میں آئی اور وہ آبرہ مند ہوئے۔ دوسرا گروہ ظالمین کا تھا جنہوں نے اعمال کے قوانین موجود ہونے اور حساب کتاب ہونے کی حقیقتوں سے اعراض برتا تو وہ لوگ ظالم ٹھہرے۔ فرمایا:

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ (الانعام۔۱۳۵)

”(اے پیغمبر تم ان لوگوں سے) کہہ دو کہ دیکھو! (اب میرے اور تمہارے معاملے کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے) تم جو کچھ کر رہے ہو، اپنی جگہ کیے جاؤ اور میں بھی اپنی جگہ کام میں لگا ہوں۔ عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کون ہے جس کے لیے آخر کار (کامیاب) ٹھکانہ ہے۔ بلاشبہ (یہ اس کا قانون ہے کہ) ظلم کرنے والے کبھی فلاح نہیں پاتے۔“

”اللہ تعالیٰ کی ان مہلت بخشیوں سے ظالم لوگ فائدہ نہیں اٹھاتے۔“

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (الانعام۔۱۳۵)

”اللہ تعالیٰ کی ان مہلت بخشیوں سے مجرم لوگ فائدہ نہیں اٹھاتے۔“

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ (یونس۔۱۷)

”اللہ تعالیٰ کی ان مہلت بخشیوں سے منکرین حق سرکش لوگ فائدہ نہیں اٹھاتے۔“

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ (المومنون۔۱۱۷)

”اللہ تعالیٰ کی ان مہلت بخشیوں سے فسادی لوگ اصلاح نہیں پاتے۔“

لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ (یونس۔۸۱)

اللہ ظلم کرنے والوں کو فلاح نہیں دیتا۔ یعنی اس کا قانون ہے کہ ظلم کے لیے کامیابی و فلاح نہیں ہوتی۔ اللہ ظلم کرنے والوں پر راہ نہیں کھولتا یعنی اس کا قانون یہی ہے کہ ظلم کرنے والوں پر کامیابی و سعادت کی راہ نہیں کھلتی۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ ارشاد و ہدایت کا دروازہ ان پر بند کر دیتا ہے اور وہ گمراہی کی زندگی پر مجبور کر دیئے جاتے ہیں۔ بلکہ قرآن حکیم کہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مہلت بخشیوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ وہ عدوان اور ظلم کا راستہ چھوڑ کر انصاف اور بھلائی کے راستے کی طرف نہیں لوٹتے، جس کے نتیجہ میں وہ اپنے لیے ہدایت و اصلاح کے راستے بند کرنے کے خود ذمہ دار بنتے ہیں۔

***